محض محبت پر اصرار اور تنظیمی عمل سے فرار

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

تنظیموں اور جماعتوں میں کارکنوں اور عہدیداروں کی سطح پر دو چیزوں کو نہ صرف محسوس کیا جاسکتا ہے بلکہ بڑے واضح انداز میں دیکھا بھی جاسکتا ہے اور وہ ہے ان کا اپنی قیادت اور جماعت کے لئے محبت میں شدت یا عمل میں شدت، اور یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جو محبت میں شدت رکھتے ہیں وہ عمل میں کمزور ہوتے ہیں اور جو عمل میں شدت رکھتے ہیں وہ محبت میں کمزور ہوتے ہیں یہی رویہ اور عمل افراط و تفریط کی قدروں سے ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ اعتدال و توازن کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں امت مسلمہ کی خوبی اور امتیاز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (البقرہ، ۲: ۱۴۳)

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو''۔

غرضیکہ مسلمانوں کا اجتماعی اور انفرادی کردار جملہ معاملات حیات میں اعتدال و توازن سے استوار ہوتا ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جس کو کسی بھی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ تو خود ایک پہچان، ایک عنوان اور ایک کھلا چیلنج ہے۔

ہمیں اپنے تحریکی اور تنظیمی کردار کی تشکیل کے لئے روشنی قرآن اور حدیث رسول ﷺ سے ہی لینی ہے۔ پس جو کچھ قرآن و حدیث میں بیان ہے وہی درحقیقت ہمارا عمل ہے اسی قرآنی اور نبوی عمل کو اختیار کرنا ہی ہماری اولین ذمہ داری ہے۔

آیئے اب ہم پہلے گوشے پر اپنی توجہ مرتکز کرتے ہیں اور احوال واقعی کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

وابستگان اور عہدیداران کا اظہار محبت

قیادت اور تحریک سے وابستگان اور عہدیداران اور جملہ رفقاء کا اظہار محبت ایک فطرتی بات ہے، اس امر کا ہونا فطرت کے مطابق ہے البتہ کسی جگہ اس امر کا نظر نہ آنا خود ایک سوالیہ نشان ہے۔ قیادت اور مشن میں سے بہر صورت قیادت کو ہی تقدم اور اولیت کی شان حاصل ہے۔ مشن، فکر اور نظریہ قیادت کے وجود سے ہی پھوٹتا ہے گویا قیادت کی سوچ ہی وابستگان اور عہدیداران کی سوچ بن جاتی ہے۔ سوچ کے اثر کا یہ سلسلہ بڑھتا رہتا ہے حتی کہ تحریک کے وابستگان کی زندگی کے جملہ معاملات کو اپنے احاطہ اثر میں لے لیتا ہے جب قیادت کی سوچ کے اثرات اس قدر ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہیں تو یقیناً اب قیادت کے متعلقین اور محبین کے ہر اظہار میں قیادت سے محبت کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیں گے۔ اس بناء پر ان کا اثرات کا اظہار عین فطرت ہے اور ان کو دبانا اور روکنا خلاف فطرت ہے۔

محض محبت پر ہی اصرار کیوں؟

''تحریکی کردار''، ''تحریکی کارکن''، ''تحریکی عہدیدار''، ''تحریکی رفقاء وابستگان'' یہ سارے عنوانات اس وقت مکمل معنویت دیتے ہیں جب ان میں دو چیزوں کو کاملاً جمع کردیا جائے اور کوئی بھی کسی بھی اعتبار سے کم نہ ہو، دونوں لازم و ملزوم ہوں کسی کو بھی دوسرے سے جدا نہ کیا جائے، جس چیز کو بھی جس رخ سے دیکھا جائے دوسری کا فوری تصور آجائے اور وہ دو چیزیں جو ان عنوانوں کی صحیح پہچان ہیں وہ ہیں محبت اور عمل۔ محبت ایسی ہو جو عمل تک لے جائے اور عمل ایسا ہو جس کی روح محبت ہو۔ قیادت سے لی گئی یہ دو چیزیں جس بھی عہدیدار، رفیق اور کارکن میں موجود ہوں گی اسی کا کردار ہی صحیح معنوں میں تحریکی کردار ہوگا۔ ان دونوں چیزوں میں سے اگر ایک کی بھی کمی ہوئی تو وہ کردار تو ہوگا مگر تحریکی کردار نہ ہوگا، اس کردار میں سے قائد کے کردار کی خوشبو نہیں آئے گی تحریکی لوگوں میں اس جزوی کردار کی وجہ سے فرسٹریشن پیدا ہوگی ادھورا کردار قائد کے کردار سے دوری کے باعث لوگوں میں محبت کی بجائے نفرت پیدا کرنے کا باعث ہے۔ یوں تحریکی کام آگے نہیں بڑھتا، رفتار کار سست پڑ جاتی ہے اور لوگوں میں عمل کا جذبہ سرد پڑنے لگتا ہے۔

محض محبت کا اظہار آسان عمل ہے

عمل سے خالی محض محبت کا اظہار ایک آسان عمل ہے وہ محبت جو امتحان میں ڈالے وہ مشکل ہے جبکہ

اس کے برعکس وہ محبت جو محض اظہار ہی اظہار ہے یہ نہ صرف آسان ہے بلکہ ماحول سازگار ہونے کی وجہ عمل کو ہی رخصت کردیتی ہے پھر تحریک میں کسی کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس کے محبت کے اظہار سے لگایا جاتا ہے جس کے اظہار میں جتنی شدت ہوتی ہے وہی قابل مثال ٹھہرتا ہے۔ کردار کا یہ کھوکھلا پن زیادہ دیر تک نہیں رہتا بالآخر یہ ظاہر ہوکر رہتا ہے لیکن اس وقت تک تحریک کا ناقابل تلافی نقصان ہوجاتا ہے۔

قائد سے محبت، مشن کی دعوت کو پھیلانا ہے

یہی وجہ ہے شیخ الاسلام مدظلہ نے ہمیشہ محض ہاتھ چومنے والوں، پانی دم کرانے والوں اور محض دعائیں کرانے والوں کی حوصلہ شکنی کی ہے آپ نے ہر بار اپنے خطاب میں یہی فرمایا ہے کہ مجھ سے اگر تمہیں سچی محبت ہے تو تحریک کے عظیم مشن کے لئے اپنے شب و روز وقف کردو۔ اپنے وقت میں سے کچھ وقت اس مشن کے لئے نکالو، تحریک کے لئے فیلڈ میں کچھ نہ کچھ کرنے والے بنو، فقط میرے خطاب پر واہ واہ نہ کرو بلکہ اپنے تحریکی کردار کی وجہ سے مشن کی واہ واہ کراؤ۔ تحریک کے مشن کے فروغ کے لئے مخلص ہوجاؤ اور بلاشبہ تحریک کا معاشرے میں عملاً فروغ ہی قائد سے وفاداری ہے۔

قائد کی محبت کا غلط استعمال

بدقسمتی سے بعض جگہوں اور مقامات پر عہدیداروں اور کارکنوں نے اپنی نااہلیت کو چھپانے، اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے، تحریکی اہداف کے حصول میں محنت نہ کرنے اور اپنے عظیم قائد کی فکر کو معاشرے میں ہر سو عام نہ کرنے سے بچنے کے لئے اور بعض نے اپنے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے قائد کی محبت کو بطور ڈھال استعمال کرنا شروع کردیا ہے انہوں نے یہ گُر سیکھ لیا ہے قائد سے محض محبت کا اظہار ہی قائد کی وفاداری کی علامت ہے اور جو قائد سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ وہی قائد کا وفادار ہے اس لئے وہ اپنی ساری محنت محض قائد سے محبت کے اظہار میں صرف کررہے ہیں۔ اس وجہ سے وہ تحریکی لوگوں میں عزت پارہے ہیں۔ رہا معاملہ مشن کے فروغ کا، تو ان کی نظر میں وہ قائد جانے، یہ طرز عمل اور سوچ تحریک کی بنیادوں کو کھوکھلا کررہی ہے۔

قائد سے محبت کا ضابطہ خود قائد کی زبانی

قیادت سے محبت اتنا نازک معاملہ ہے کہ اس کا صحیح استعمال تحریک کو عروج و ترقی دے سکتا ہے اور اس کا غلط استعمال ناقابل تلافی نقصان پہنچاسکتا ہے۔ قائد سے محبت کا اظہار وفاداری کی علامت ہے اور قائد سے

محبت کے اظہار میں سکوت اور اس اظہار میں عدم توجہ بعض محبت کرنے والوں کے نزدیک بسا اوقات غداری کی علامت بن جاتا ہے۔ یوں محبت کا اظہار کرنے والا خود کو مخلص اور دوسرے کو جو چاہے ثابت کرتا پھرتا ہے۔ اسی معاملے کو جب ہم عصر حاضر میں بعض مفکرین کے ہاں دیکھتے ہیں تو وہ اسے ''شخصیت پرستی'' سے تعبیر کرتے ہیں حتی کہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس تک لے جاتے ہیں اور اپنی انتہا پسندانہ سوچ کی بناء پر حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلق محبت کو بھی وہ شخصیت پرستی قرار دے دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام سے لے کر مربی ومحسن اور قیادت کی حامل شخصیات سے محبت کے حوالے سے جس کو شخصیت پرستی کا نام دیا گیا یہ ایک بہت بڑا سوال اور چیلنج تھا جس کو بعض لوگ کلیتاً مسترد کرتے رہے ہیں اور بعض اس کے خلاف لکھتے رہے۔ مستشرقین نے اس معاملے کو اٹھایا تو نتیجۃً بعض لوگ اس کے منفی دفاع میں لگ گئے اور بعض نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کے اظہار کو ہی ترک کردیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس میں کس کی سوچ کو اپنایا جائے اور کس کی سوچ کو ترک کیا جائے۔ ایسی صورت حال میں یقیناً قرآنی و نبوی ہدایت ہی ہمارے لئے حرف آخر ہے۔ عصر حاضر میں ''شخصیت پرستی'' کے الزام اور فتنے کا بڑا شافی جواب قرآنی ہدایت کی روشنی میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دیا ہے۔

آپ نے سورہ الاعراف کی آیت کریمہ کی روشنی میں واضح کیا ہے کسی بھی شخصیت سے دو طرح کا تعلق رکھا جائے ایک محبت و تعظیم کا اور دوسرا عمل و اتباع کا۔ جہاں تعلق کی یہ بنیادیں ہوں گی ایسے تعلق کو کبھی بھی محض ''شخصیت پرستی'' نہیں کہہ سکتے۔ شخصیت پرستی تب آتی ہے جب محض محبت رہ جائے اور عمل رخصت ہوجائے۔ جہاں محبت اور عمل دونوں جمع ہوجائیں وہاں وہی شخصیت دوسروں کے لئے آئیڈیل بن جاتی ہے۔ یوں کسی بھی شخصیت کے متعلق محبت اور عمل کا باہم یکجا ہونا بھی معیار ہے اور جب یہ معیار قائم نہ رہے تو اس کو کسی بھی عنوان کا نام دیا جاسکتا ہے۔ آپ کی اس فکر کی بنیاد یہ آیت کریمہ ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(الاعراف، ۷:۱۵۷)

''پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں''۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر آج تک نہ کوئی شخصیت ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوسکتی ہے۔ اب آپ کی شخصیت سے سب سے پہلے صحابہ کرامؓ نے اپنا تعلق قائم کیا۔ قرآن اس تعلق کی بنیادوں کو اس آیت کریمہ میں بیان کررہا ہے صحابہ کرامؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چار طرح کا تعلق قائم کیا تھا۔ محبت و مودت، تعظیم و توقیر، مدد و نصرت اور اطاعت و اتباع۔ اس تعلق کو قرآنی سند مل گئی ہے اب قیامت تک اگر امت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یہ چار طرح کا تعلق قائم کرتی رہی تو اس کا مطلب یہ ہوگا وہ قرآن پر عمل پیرا ہے اور اسوہ صحابہؓ کی پیروی کررہی ہے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے تحت اللہ کی رضا اور خوشنودی بھی اسی عمل اور تعلق کو استوار کرنے میں ہے۔

تحریکی کردار، قائد کی محبت اور عمل کا آئینہ دار ہے

اب حضور نبی اکرم ﷺ کی شخصیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تعلق قائم کیا اسی کی روشنی میں کسی بھی شخصیت کے ساتھ دو طرح کا تعلق ہی کامل تعلق ہوگا۔ محبت و تعظیم اور اطاعت و اتباع، جس کو ہم مختصر الفاظ میں محبت اور عمل سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا جس تعلق میں محبت و عمل دونوں یکجا ہوں گے وہی عمل کامل اور اکمل ہوگا۔ جہاں ان دونوں میں سے کوئی ایک ہوگا تو وہ جزوی تعلق ہوگا جزوی تعلق جہاں خود کمزور ہوتا ہے وہاں جس شخصیت سے تعلق کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس تعلق کو بھی کمزور انداز میں اجاگر کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالا تصریحات کے تحت اب قائد کے ساتھ دو طرح کا تعلق ہی جامع تعلق ہے اور وہ ہے محبت و عمل کا تعلق۔ کسی ایک میں بھی کمی، درحقیقت تعلق میں کمی اور کجی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ محض محبت پر استوار تعلق کامل نہیں اور نہ ہی محض عمل پر استوار تعلق کامل ہے۔ پس جس کردار میں قائد سے محبت و عمل کے تعلق کو جمع کرلیا جائے گا وہی کردار ہی تحریکی کردار ہے اور وہی شخص تحریکی عہدیدار، رفیق اور وابستہ کہلانے کا مستحق ہے اور وہی قائد کا وفادار اور مشن کا مخلص ورکر ہے۔

تنظیمی عمل سے فرار کیوں؟

محض محبت پر اصرار کرنے والے تنظیمی عمل سے بھاگنے کے لئے محبت پر ہی زیادہ زور دیتے ہیں۔ مشن کے فروغ کے لئے ان کے دل میں درد کم محسوس ہوتا ہے۔ اس کو وہ تقدیر کے سپرد کردیتے ہیں یا تنظیمی کمزوریوں کی نذر کردیتے ہیں کبھی باہمی اختلافات اور تنازعات کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ کبھی وسائل کا رونا روتے ہیں کبھی افرادی قوت کی کمی کا تذکرہ کرتے ہیں، کبھی وسائل کا رونا روتے ہیں کبھی افرادی قوت کی کمی کا تذکرہ

کرتے ہیں، کبھی لوگوں کے عدم تعاون کا شکوہ کرتے ہیں کبھی کسی مرکزی پالیسی کو ہدف تنقید بناتے ہیں، کبھی تنظیم وتحریک کا چند ہاتھوں میں یرغمال ہونے کا ذکر کردیتے ہیں اور کبھی ساری تحریکی کمزوریوں کو بعض شخصیات کے نام کردیتے ہیں، کبھی مقامی سطح پر کئے گئے غلط فیصلوں کو بنیاد بناتے ہیں۔

غرضیکہ کام نہ کرنے کے ہزار بہانے، جواز اور وجوہات پیش کردی جاتی ہیں جس کی وجہ سے سننے والے کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اس سے ''وہ'' نتیجہ لازمی اخذ کرے جو وہ چاہتے ہیں، اس لئے اس میں ان کا مشاہدہ بھی شامل ہے اور تجربہ بھی شامل ہے۔ ان کے مشاہدے اور تجربے کے بعد کسی نئے تجربے اور مشاہدے کی گنجائش نہیں اور ان کی کاوشوں سے بڑھ کر کسی کی کاوش نہیں ہوسکتی اور ان کی قربانیوں سے بڑھ کر کسی کی قربانی نہیں ہوسکتی اور ان کی بصیرت وفراست سے بڑھ کر کسی کی سمجھ داری نہیں ہوسکتی، اس لئے ان کے پیش کردہ نتائج اور حقائق کو بہرصورت تسلیم کرلیا جائے اس کے بعد جو کام ہورہا ہے اور جو کام خودبخود ہوجائے اسی پر اکتفا کیا جائے مزید کام کرکے اپنا وقت ضائع نہ کیا جائے۔

تنظیمی عمل کو زندہ رکھنا تنظیمی قیادت کی ذمہ داری ہے

جس مقام پر اس طرح کی سوچ پائی جائے وہاں ہر سطح کی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریکی عمل کو نئے لوگوں میں منتقل کریں، نئے افراد کے ذریعے تحریکی عمل کو تعطل سے نکال کر بھرپور تنظیمی عمل کے ذریعے بحال کریں، تنظیمی جمود کو تحرک میں بدل دیں۔ ہر عمل کش قوت کو ختم کردیں، عمل کو نئے سرے سے ایک نئی تازگی اور ایک قوت دیں، عمل ہمیشہ ارتقا کی روح کے ساتھ آباد ہوتا رہتا ہے، عمل کبھی رکتا نہیں یہ اپنا سفر ہمیشہ جاری رکھتا ہے، یہ اپنے بھرپور تقاضوں کے ساتھ کامیابی کی طرف بڑھتا رہتا ہے اس کے تقاضوں میں کمی ناکامی کی طرف لے جاتی ہے لیکن جب مطلوبہ عمل کے تمام مطلوبہ تقاضے پورے کردیئے جائیں تو پھر کامیابی اس کا ثمر بن جاتی ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے انسانوں کو عمل کی نتیجہ خیزی اور اثر آفرینی کے حوالے سے متوجہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. (العنکبوت ۲۹، ۶۹)

''اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد اور مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی طرف سیر اور وصول کی راہیں دکھا دیتے ہیں''۔

مسلسل عمل ہی مطلوبہ منزل پر پہنچاتا ہے، عمل سے نتائج واضح دکھائی دینے لگتے ہیں اور اس کے اثرات محسوس ہوتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔ یوں عمل کرنے والا بڑے اطمینان کے ساتھ اپنی منزل کی طرف

بڑھتا رہتا ہے۔حقیقت کی دنیا میں خود عمل ہی ایک بہت بڑی قوت ہے، جہاں عمل ہوگا حقیقت بھی وہیں ہوگی اور جہاں عمل کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے وہاں کامیابی کی علامات بھی دور دور تک نظر نہیں آتیں۔

ہر تحریکی عمل جاندار اور شاندار ہو

کسی بھی سطح پر جب تحریکی عمل کمزور ہوگا تو وہ سارے سفر پر اثر انداز ہوگا وہ سفر کی رفتار کو کم کرے گا۔ اس سے بہت سے نقصانات ہوں گے، ہر شعبے میں ہر علاقے میں اور ہر شہر میں ہر قسم کا تحریکی عمل خواہ وہ دعوتی، تربیتی، تنظیمی، انتظامی اور رفاقت سازی کا ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے اندر بے پناہ جانداریت رکھتا ہو اور یہی جانداریت کی روح اسے شانداریت تک پہنچادے گی۔ تنظیمیں صرف اپنے لئے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی جیا کرتی ہیں، اس لئے ان کا عمل جز وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتا ہے ہم جب اس پیمانے اور ضابطے پر اپنے عظیم قائد کے تحریکی عمل کو دیکھتے ہیں تو تحریک کے آغاز سے لے کر اب تک ان کا ہر عمل نہ صرف جاندار ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے شاندار بھی ہے۔ اس عظیم قائد کے ماننے والوں کے لئے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر لازم ہے کہ ان کا عمل قائد کے عمل کا عکاس اور آئینہ دار ہو۔ انفرادی سطح پر اگر مجموعی نتائج درست ہیں تو یہ بات قابل اطمینان ہے ہاں بعض انفرادی سطح اور اشخاص سے قائد کا مطلوبہ عمل نہیں ملتا تو ان کو استثنیٰ کے درجے میں رکھا جاسکتا ہے۔

تنظیمی عمل قائد کے عمل سے روشنی پائے

اجتماعی سطح پر بحیثیت تنظیم قائد جیسا عمل دینا ہر سطح کی تنظیم پر واجب اور فرض ہے۔ جب ہر جگہ پر اجتماعی تنظیمی عمل قائد جیسے عمل کی پہچان بن جائے گا تو منزل کا حصول آسان ہوجائے گا۔ تحریکیں اور تنظیمیں اپنے مقاصد اجتماعی کاوشوں کے ذریعے حاصل کرتی ہیں کسی بھی تحریک اور تنظیم کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی سطح پر اجتماعی عمل کو کمزور، ناتواں، منتشر، فساد انگیز اور بے نتیجہ نہ ہونے دے بلکہ وہ اجتماعی تنظیمی عمل کو ایک زندہ قوت، ہر فرد کے لئے باعث تحرک، ہر ایک کی امید، ہر ایک کی ضرورت، ہر ایک کی طاقت اور روشن مستقبل کی زندہ علامت بنا کر رکھے۔ ایسی تنظیمیں ہی معاشرے میں بڑی سے بڑی تبدیلی کو حاصل کرسکتی ہیں، منزل مراد پر پہنچنا ان ہی تنظیموں کا مقدر بنا دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ عمل ایک حقیقت ہے عمل سے فرار دراصل حقیقت سے فرار ہے اور فرار رویوں سے منزل نہیں ملتی بلکہ منزل ثابت قدمی، اولوالعزمی، جراتمندی، عقلمندی اور دانشمندی سے ہی ملا کرتی ہے۔